9

محض احمدی کہلانا کافی نہیں۔اصل چیز یہ ہے کہ تمام اسلامی احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے

(فرمودہ 21 مارچ 1952ء بمقام ناصر آباد اسٹیٹ سندھ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں آج اپنے ذہن میں خطبہ جمعہ کے لئے ایک مضمون تجویز کر کے آیا تھا۔لیکن جب مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ آج لوگ معمول سے زیادہ آئے ہوئے ہیں اور اب جو میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوا تو یکدم میرا ذہن ایک ایسی بات کی طرف چلا گیا جسے لوگ عام طور پر مضحکہ خیز سمجھتے ہیں۔لیکن اِس موقع پر وہ بالکل چسپاں نظر آتی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج لوگ زیادہ تعداد میں کیوں آئے ہیں؟ اِس پر میرا ذہن اِس طرف منتقل ہوا کہ جس طرح رمضان المبارک میں جمعۃ الوداع کے موقع پر قریباً تمام کے تمام لوگ مساجد میں آجاتے ہیں اِسی طرح ہماری جماعت کے دوست بھی آج ہمیں وداع کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ اِس سفر میں آخری جمعہ ہے۔انہوں نے یہ خیال کیا کہ چلو اپنے خلیفہ کو الوداع کہہ آئیں۔ مجھے اِس وداع پر ہنسی آتی ہے۔ کیونکہ جیسے دوسرے لوگ خواہ سارا سال نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں وہ جمعۃ الوداع میں حاضر ہو جاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ انہوں نے سارے سال کی نمازیں ادا کر لی ہیں اور ان کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہیں اِسی طرح اِس علاقہ کے دوستوں نے بھی خیال کر لیا کہ اب یہ لوگ جانے لگے ہیں چلو انہیں وداع کر آئیں۔لیکن اِس وداع سے کیا بنتا ہے۔اصل چیز تو

یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، اچھے اخلاق دکھائے جائیں اور اسلامی تمدن کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔لیکن واقع یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے ابھی دور نظر آتے ہیں۔ وہی برہمن و شودر والی بات، حاکم ومحکوم اور افسر و ماتحت والی بات جو دنیا کے لئے عذاب کا موجب بن رہی ہے ہم میں سے بعض میں بھی پائی جاتی ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ کم تعلیم یافتہ ہیں یا انہیں کوئی فن نہیں آتا اور وہ چھوٹے کام کرنے پر مجبور ہیں اُن کی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جن لوگوں کے سپرد کام کئے جاتے ہیں اُن کو بھی یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو انسان تصور کریں۔ جب تک دونوں فریق کی ذہنیت بدل نہ جائے اُس وقت تک اسلام کی تعلیم دلوں کو موہ نہیں سکتی۔ بے شک ایسی صورت میں زید کی تعلیم پھیلے گی، بکر کی تعلیم پھیلے گی مگر قرآن کریم کی تعلیم اسی صورت میں پھیل سکتی ہے کہ ہم اپنی ذہنیت کو بدلیں اور اپنی زندگیوں کو اسلامی تمدن کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

سر آغا خاں جب لاہور آئے تو اُن کے مرید جو گلگت اور دوسری دور دراز جگہوں سے اُن کا استقبال کرنے کے لئے آئے تھے سات دن قبل ہوائی اڈّہ میں خیمے لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے جب یہ خبر اخبارات میں پڑھی تو مجھے ہنسی آئی کہ آجکل بھی اس قسم کے بے وقوف لوگ پائے جاتے ہیں۔ اِسی طرح آج بھی مجھے ہنسی آئی کہ بعض لوگ اپنے اندر احمدیت کی صحیح روح تو پیدا نہیں کرتے لیکن انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ اگر ربوہ سے آئے تھے اور اب واپس جانے والے ہیں تو انہیں الوداع کہہ آئیں۔ گویا جس طرح کُشتی دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اِسی طرح وہ بھی آ گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں تو کوئی پہلوان ہوتا ہے لیکن یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارا خلیفہ آیا تھا اسے وداع کر آئیں۔اس سے زیادہ ہنسی والی بات اَور کیا ہوگی۔ حالانکہ اصل چیز یہ ہے کہ تم اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرو۔ مثلاً اسلام کہتا ہے کہ تم ہمیشہ سچ بولو یعنی جب بھی سچ بولنے کا سوال آئے تو سچی بات بیان کر دو۔اب اگر لوگ تم سے کوئی بات پوچھتے ہیں اور تم سچ بول دیتے ہو تو بے شک یہ بڑی بات ہے۔لیکن اگر تم ایک بات بیان کرتے ہو اور تمہارا باپ بھائی یا بچے اسے جھوٹ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں اِس طرح نہیں بلکہ اصل بات یوں ہے تو اِس میں خوشی کی کیا بات ہوگی۔ یا وہ کیا بات ہوگی جو تم نے احمدیت سے حاصل کی۔

احمدیت تمہیں دنیا کے لئے ایک نمونہ بنانے کے لئے آئی ہے اور اگر تم میں سچ بولنے،

دوسروں سے ہمدردی کرنے ، رحم کرنے ، انصاف سے کام لینے اور دوسروں کو اُن کا حق دینے کی عادت پیدا ہوگئی ہے تو بے شک تم نے احمدیت سے کچھ حاصل کرلیا ہے۔ لیکن اگر یہ چیزیں تمہارے اندر پیدا نہیں ہوئیں تو جیسے کیکر سنگھ یا گاما پہلوان کی کُشتی دیکھنے کے لئے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اِسی طرح تم بھی اکٹھے ہو جاؤ گے۔ تم بھی کہو گے کہ ہمارا ایک پہلوان آیا ہے چلو اس کی کشتی دیکھ آئیں۔ پس چاہے اِس کا نام جمعہ رکھ لو، چاہے اس کا نام عقیدت رکھ لو، چاہے اس کا نام خلافت رکھ لو لیکن ہے یہ وہی کیکر سنگھ اور گاما پہلوان والی بات۔ اگر یہ احمدیت والی بات ہوتی تو تم احمدیت والے کام بھی کرتے۔ لیکن اگر تم احمدیت کے گُروں کے بغیر اکٹھے ہو جاتے ہو تو تمہارے جمعہ میں اکٹھے ہو جانے سے یہی مطلب سمجھا جائے گا کہ گاما پہلوان آیا ہے اور تم اُس کی کُشتی دیکھنے کے لئے آئے ہو۔ جمعہ اور کُشتی میں ایسی صورت میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے۔ کُشتی دیکھنے والے بھی جھوٹ بولتے جاتے ہیں اور جمعہ پڑھنے والے بھی جھوٹ بولتے جاتے ہیں۔ پس جب تک تم اپنے اندر کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں کرتے احمدیت میں داخل ہونے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت ایک معمولی چیز ہے؟ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہہ دیا تو گویا خدا تعالیٰ پر احسان کر دیا اور وہ مجبور ہوگا کہ تمہیں جنت میں لے جائے؟ کیا تم سورج کو سورج کہہ کر انعام مانگا کرتے ہو؟ سورج کو سورج کہنے سے انعام نہیں ملا کرتا۔ اِسی طرح اگر تم نے رسول اللہ کو رسول اللہ کہہ دیا تو تم نے خدا تعالیٰ پر کون سا احسان کیا کہ وہ اس کے بدلہ میں تمہیں جنت دے دے۔ کیا تم زمین کو زمین کہہ کر انعام مانگا کرتے ہو؟ کیا تم چاند کو چاند کہہ کر انعام مانگا کرتے ہو؟ یا تمہیں کوئی مکان نظر آئے تو اسے دیکھ کر تم یہ کہتے ہو کہ چونکہ میں نے مکان کو مکان کہہ دیا ہے اس لئے گورنمنٹ مجھے انعام دے دے؟ تم اُس آدمی کو کیا سمجھو گے کہ جو گورنر کو یہ لکھے کہ مجھے ایک گھوڑا نظر آیا تھا، میں نے اسے گھوڑا کہہ دیا ہے مجھے دو مربعے دو۔ یقیناً تم اسے پاگل خیال کرو گے اور کہو گے کہ اگر تم گھوڑے کو گھوڑا نہ کہتے تو اَور کیا کہتے۔ اگر تم اسے گدھا کہہ دیتے تو لوگ تمہیں پاگل خیال کرتے۔ اِسی طرح اگر خدا ہے اور وہ ایک ہے اور اس پر زمین اور آسمان دونوں گواہ ہیں تو تم لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہہ کر اُس پر کیا احسان کرتے ہو کہ وہ اس کے بدلہ میں تمہیں جنت دے دے۔ انسان کو جنت میں لے جانے والی قربانیاں ہوتی ہیں جو وہ صبح و شام

کرتا ہے۔ مثلاً اگر وہ اقرار کرتا ہے کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا اور پھر وہ بات اس کے سامنے آجاتی ہے اور وہ اپنے اقرار کے مطابق اس سے بچتا ہے تو اس کے بدلہ میں اسے یقیناً جنت ملے گی۔ یا اس کے پاس کسی کا روپیہ تھا جو اس نے واپس کرنا تھا اب یہ دوسرے کا حق ہے جو اس نے دینا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ میں یہ روپیہ نہیں دیتا تو وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے واقعی تمہارا روپیہ دینا ہے تم وہ روپیہ لے لو تو خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ اس شخص نے دوسرے کا حق ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا ہے اسے جنت میں لے جاؤ۔ اِسی طرح غفلت ہے، سُستی ہے۔ تمہارا کسی کام کو جی نہیں چاہتا لیکن تم اپنے نفس پر زور دیتے ہو اور کہتے ہو کہ میں نے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ کام ضرور کرنا ہے اور تم وہ کام کر دیتے ہو اور اس میں جو تکلیف ہوتی ہے اُسے برداشت کر لیتے ہو تو خدا تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ اس نے جو اقرار کیا تھا اسے اس نے پورا کر دیا ہے اسے جنت میں لے جاؤ۔ لیکن اگر کسی نے رسول کو رسول کہہ دیا تو اس نے سچ کہا۔ اِس پر اُسے کیا انعام ملے گا۔ انعام محنت اور قربانی کے نتیجے میں ملتا ہے۔ پہاڑ کو پہاڑ کہہ دینے سے انعام نہیں ملتا، دریا کو دریا کہہ دینے سے انعام نہیں ملتا، چاند کو چاند کہہ دینے سے انعام نہیں ملتا۔ بلکہ انعام پہاڑ پر چڑھنے سے ملتا ہے۔ انعام دریا کو کُودنے سے ملتا ہے۔ انعام سورج کو سورج کہنے سے نہیں ملتا بلکہ انعام اُس کی روشنی سے فائدہ اٹھانے سے ملتا ہے۔ اِسی طرح خدا کو خدا اور رسول کو رسول کہنے سے انعام نہیں ملتا۔ یہ تو سچائیاں ہیں۔ اگر تم ان کا انکار کرو گے تو دنیا تمہیں پاگل کہے گی۔ لیکن اگر تم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم پر عمل کرتے ہو تو تم یقیناً جنت کے وارث بنو گے۔

ہندہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید دشمن تھی۔ اس نے آپ کے بعض رشتہ داروں کے متعلق اعلان کیا ہوا تھا کہ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجے نکال لئے جائیں اور ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ لئے جائیں۔ عرب میں یہ رسم تھی کہ اپنے دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اُس کے ناک اور کان وغیرہ کاٹ دیئے جاتے۔ چنانچہ ہندہ نے حضرت حمزہ ؓ کا پیٹ چاک کرا کے آپ کا کلیجہ نکلوایا تھا۔ اِسی طرح آپ کے کان اور ناک بھی کٹوائے۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے بعض لوگوں کے متعلق جنہوں نے مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کئے تھے اور جو تعداد میں پانچ سات تھے یہ فتویٰ دیا کہ اُنہیں معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ جہاں کہیں وہ ملیں اُنہیں قتل کر دیا جائے۔ ان میں ہندہ بھی شامل تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں کی بیعت لینے لگے تو بیعت میں یہ اقرار بھی لیا جاتا تھا کہ ہم شرک نہیں کریں گی۔ جب آپؐ نے یہ الفاظ کہے کہ ہم شرک نہیں کریں گی تو ایک عورت بول اٹھی کہ یا رسول اللّٰہ! کیا ہم اب بھی شرک کریں گی؟ کیا اب بھی توحید میں کوئی شُبہ باقی ہے؟ ہندہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار تھیں اور آپ اُس کی آواز پہچانتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا ہندہ ہے؟ مطلب یہ تھا کہ تمہارے لئے تو موت کی سزا کا حکم ہے۔ ہندہ دلیر عورت تھی وہ ہنس کر کہنے لگی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اب آپ کا زور مجھ پر نہیں چل سکتا، میں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ چکی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھیک ہے 1۔ غرض ہندہ مسلمان ہوئی اور بعد میں اس نے اسلام کی خدمات بھی کیں۔ اُس کا اُس وقت یہ کہنا کہ کیا ہم اب بھی شرک کریں گی؟ یہ ایک طبعی فقرہ تھا کہ ہم شرک کرتے تھے اور آپ توحید کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ اکیلے تھے اور ہمارے ساتھ ساری قوم تھی۔ ساری قوم نے زور لگایا اور کہا یہ بُت ہے، وہ بُت ہے ہم ان کی مدد سے یوں کریں گے، یوں کریں گے۔ پھر ہمارے پاس طاقت تھی اور آپؐ کمزور تھے۔ لیکن ہم ہار گئے اور آپ جیت گئے۔ ہمارے سارے بُت ٹوٹ گئے لیکن خدا تعالیٰ نے آپؐ کی مدد کی۔ کیا اتنا بڑا نقصان دیکھنے کے بعد بھی اس میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ خدا ایک ہے۔

پس خدا تعالیٰ کا ایک ہونا اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے۔ اِسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا بھی اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے۔ اور اگر کوئی شخص شرارت سے اس کا انکار نہیں کرتا، اگر کوئی شخص ضد کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ نہیں کرتا یا وہ عقل کو جواب نہیں دے دیتا تو وہ اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ پھر خدا تعالیٰ کو ایک کہہ کر یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر ہم نے ان پر کون سا احسان کر دیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں ہمیں جنت دے دے۔ اگر تم دریا کو دریا کہہ دیتے ہو تو تمہیں کوئی انعام نہیں ملے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہو اور تم اسے بچانے کے لئے دریا میں چھلانگ لگا دو، تم بھنور میں گھر جاؤ اور اپنے آپ کو موت کے

منہ میں ڈال دو تو سارے لوگ کہیں گے کہ یہ شخص انعام کا مستحق ہے۔ حالانکہ دریا تو دو دو ہزار میل کے بھی ہوتے ہیں تمہیں اتنے لمبے دریا کو دریا کہنے پر انعام نہیں ملے گا مگر دس گز پانی کو عبور کر کے انعام مل جائے گا۔ کیونکہ تم نے دو ہزار میل لمبے دریا کو دریا کہہ کر کوئی قربانی نہیں کی۔ تم نے محض سچائی کا اقرار کیا ہے۔ لیکن دس گز پانی کو عبور کر کے تم نے قربانی کی ہے اس لئے تم انعام کے مستحق ٹھہرے ہو۔ یا مثلاً کوہ ہمالیہ ہے۔ کوہ ہمالیہ ڈیڑھ دو ہزار میل لمبا ہے اور سو ڈیڑھ سو میل تک اس کی پہاڑیاں چلی جاتی ہیں۔ پھر اس کی بعض چوٹیاں کئی کئی میل اونچی چلی جاتی ہیں۔ اگر تم اس کا رقبہ نکالو تو کتنا بڑا رقبہ بنتا ہے۔ لیکن اگر تم ہمالیہ کو ہمالیہ کہو اور انعام طلب کرو تو ہر شخص تمہیں پاگل کہے گا۔ لیکن اگر ہمالیہ کی کسی کھڈ میں کوئی بچہ گر جائے اور تم اُس کھڈ میں اپنے آپ کو گرالو، تمہارا بازو ٹوٹ جائے، جسم زخمی ہو جائے لیکن تم اس بچے کو باہر نکال لاؤ تو ہر ایک شخص کہے گا کہ تم انعام کے مستحق ہو۔ غرض تمہیں ہمالیہ کے اقرار کرنے سے انعام نہیں ملے گا۔ ہاں اُس چھوٹی سی کھڈ کی وجہ سے انعام مل جائے گا۔ کیونکہ انعام انہی چیزوں کی وجہ سے ملتا ہے جنہیں انسان تکلیف اٹھا کر کرتا ہے۔ یہاں یہ حالت ہے کہ بعض ماتحت اپنے افسروں سے تعاون نہیں کرتے۔ گواہی کا موقع آتا ہے تو ہیر پھیر اور ایچ پیچ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں نے کوئی احمدی ایسا نہیں دیکھا جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہو۔ لیکن میں نے کئی احمدی ایسے دیکھے ہیں جو گواہی کے وقت ایچ پیچ سے کام لیتے ہیں۔ اور جب وہ جھوٹ نما باتیں کرتے ہیں تو ان کے لئے جھوٹ بولنا آسان ہو جاتا ہے۔ پس تم اپنی ذہنیت بدلو۔ جب تم اپنی ذہنیت بدل لو گے تو احمدیت تمہارے لئے ہزاروں برکتوں کا باعث بن جائے گی۔ ورنہ جس طرح لوگ کُشتی دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اُسی طرح تمہارا بھی یہاں اکٹھے ہونا سمجھا جائے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دوسرے لوگ گاما پہلوان کی کُشتی کی وجہ سے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور تم اپنے خلیفہ یا کسی مبلغ کے آنے پر اکٹھے ہو جاتے ہو۔ حالانکہ جب تک تم ایسے اخلاق ظاہر نہیں کرتے کہ تمہیں دیکھ کر ہر شخص یہ کہنے لگ جائے کہ یہ لوگ جھوٹے نہیں اُس وقت تک تمہارا احمدی ہونا تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

آج ہی ایک بات میرے سامنے پیش کی گئی ہے کہ بعض افسر اپنے ماتحتوں سے ذاتی کام

لیتے ہیں اور یہ درست نہیں انہیں اس سے روکا جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص افسر کو اپنا بھائی یا باپ سمجھ کر اُس کا کام کر دیتا ہے تو اُسے کون منع کرسکتا ہے۔ ہم یہاں آتے ہیں تو کئی مرد اور عورتیں ہمارے گھر آ جاتی ہیں اور ہمارا کام کر دیتی ہیں۔ جب مہمان آ جاتے ہیں اور دوست سمجھتے ہیں کہ ایک دو آدمی اُن کی خدمت نہیں کرسکیں گے تو وہ آپ ہی آپ شوق سے آ جاتے ہیں اور ہمارا ہاتھ بٹا دیتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی افسر کی شوق سے خدمت کرتا ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ جس کسی سے پیار ہوتا ہے انسان اُس کی خاطر ہر قسم کی تکلیف اٹھانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص پیار اور محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو یہ بڑی عمدہ بات ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ افسر اُس سے باپ کی طرح سلوک کرتا ہے اور اپنے نیک سلوک کی وجہ سے اُس نے اپنے ماتحتوں کے اندر گہرا جذبۂ محبت پیدا کرلیا ہے۔ لیکن اگر افسر اُس کی ناپسندیدگی کے باوجود کام کرواتا ہے تو وہ ظالم ہے اور اس کا مطلب سوائے اِس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے عُہدے سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ یہی چیز ہے جس کی وجہ سے فرانس اور روس میں بغاوت ہوگئی تھی۔ اگر ہمارے ہاں بغاوت نہیں ہوتی تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص احمدی ہوتا ہے اور جماعت کے نظام کی وجہ سے بغاوت میں حصہ نہیں لیتا کیونکہ اُسے احمدیت بغاوت سے منع کرتی ہے اور وہ شخص ڈرتا ہے کہ اگر اس نے بغاوت کی تو نظام کی طرف سے اُسے سزا دی جائے گی۔ لیکن اگر وہ میرپور میں ہوتا تو وہ سٹرائک میں شامل ہو جاتا اور پھر وہ افسر دیکھتا کہ کس طرح اُسے اُس کی منتیں کرنی پڑتیں۔ بہرحال اپنے عُہدے سے ناجائز فائدہ اٹھانا ظلم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ** 2 تم میں سے ہر شخص ایک گڈریا ہے اور جو مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے سپرد کیا گیا ہے اُس کے متعلق اُسی سے سوال کیا جائے گا۔ جس طرح مالک گڈریے سے اپنے مال کے متعلق پوچھتا ہے اِسی طرح خدا تعالیٰ بھی تم سے اپنے بندوں کے متعلق سوال کرے گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہر ایک شخص کے متعلق ہے۔ خاوند سے اُس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا، ماں باپ سے اُن کی اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور افسر سے اُس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اِسی طرح میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم

اپنے ماتحت سے اخلاص، ہمدردی اور رحم دلی والا سلوک کرتے ہو تو ہر شخص یہ کہے گا کہ تم انعام کے مستحق ہو۔ لیکن اگر تم اپنے ماتحت سے بُرا سلوک کرتے ہو تو جس طرح گڈریا تمہاری بھینس کو مارتا ہے تو تم اُس پر خفا ہوتے ہو اِسی طرح تم خدا تعالیٰ کے بندوں کو مارو گے تو وہ تم پر خفا ہوگا۔ اگر تم بھینس یا بکری کو مارنے کی وجہ سے گڈریے پر خفا ہوتے ہو تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو مارنے کی وجہ سے تم پر کیوں خفا نہ ہوگا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں تمہاری بھینس یا بکری زیادہ پیاری ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنا بندہ پیارا نہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نظر نہیں آتا اس لئے لوگ دھاندلی مچاتے ہیں اور اپنے عُہدوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہم سیر کے لئے پہاڑوں پر جاتے ہیں تو باوجود اس کے کہ ہم گھوڑوں پر ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ پیدل ہوتے ہیں جب ہم منزلِ مقصود پر پہنچتے ہیں تو وہ لوگ دبانا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں آپ تھک گئے ہوں گے۔ اور یہ محض محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خواہ ہم کتنا اصرار کریں کہ ایسا نہ کریں وہ یہی کہتے جاتے ہیں کہ نہیں نہیں آپ تھک گئے ہیں۔ اور اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

قادیان میں ایک غریب آدمی تھا وہ جہاں کہیں مجھے ملتا تھا کہتا تھا کہ آپ میری دعوت قبول نہیں کرتے۔ آخر کچھ دیر کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ میں غریب ہوں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری دعوت منظور نہیں فرماتے۔ جب میں نے دیکھا کہ اب اُس کا دل ٹوٹ جائے گا تو میں نے اُس کی دعوت منظور کر لی اور اُسے کہا کہ زیادہ تکلف نہ کرنا شوربہ وغیرہ بنا لینا۔ چنانچہ اُس نے شوربہ بنا لیا اور میں اُس کے ہاں کھانا کھانے چلا گیا۔ میرے ساتھ صرف پرائیویٹ سیکرٹری تھے اَور لوگ مدعو نہیں تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب میں باہر نکلا تو ایک اَور احمدی دوست دروازہ کے پاس کھڑے تھے۔ وہ کہنے لگے کیا آپ اتنے غریب آدمی کی دعوت بھی قبول کر لیتے ہیں؟ میں نے کہا میری حالت ہی ایسی ہے کہ دونوں فریق مجھ پر شکوہ کرتے ہیں۔ اگر غریب کی دعوت منظور نہ کروں تو وہ کہتا ہے میں چونکہ غریب ہوں اس لئے آپ میری دعوت قبول نہیں کرتے۔ اور اگر غریب کی دعوت مان لیتا ہوں تو امیر کہتا ہے کہ آپ اتنے غریب آدمی کی دعوت کیوں قبول کرتے ہیں۔ یہ شخص سالہا سال سے میرے پیچھے پڑا تھا کہ میری

دعوت قبول کرلو اور میں اس کی غربت کی وجہ سے اس کی دعوت قبول نہیں کرتا تھا تا اس پر بوجھ نہ پڑے۔ اب اس ڈر سے کہ اس کا دل نہ ٹوٹ جائے میں یہاں کھانا کھانے آ گیا ہوں لیکن آپ کو یہ بات بھی ناگوار گزری ہے۔ بہرحال اِس قسم کے غلط اعتراضات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ماتحت محبت اور پیار کی وجہ سے افسر کی خدمت کرتا ہے تو یہ قابلِ قدر فعل ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ افسر کا اپنے ماتحتوں سے ایسا اچھا سلوک ہے کہ وہ اسے باپ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر افسر ماتحت کو خدمت کرنے پر مجبور کرے تو وہ باپ نہیں وہ اپنے آپ کو حاکم سمجھتا ہے اور اپنے ماتحت کو اپنا غلام خیال کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دوست ابوسعید نامی عرب تھے۔ رنگون میں اُن کی اچھی خاصی تجارت تھی۔ وہ احمدی ہو کر قادیان آ گئے۔ بعد میں وہ ٹھوکر کھا گئے۔ وہ مالدار آدمی تھے اور بڑی تجارت چھوڑ کر آئے تھے لیکن اُن کی طبیعت میں جوش پایا جاتا تھا۔ اُن کی ہر وقت یہ خواہش ہوتی تھی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کروں۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک مقدمہ دائر تھا اور خواجہ کمال الدین صاحب اس مقدمہ میں وکالت کرتے تھے۔ ابوسعید صاحب نے یہ خیال کیا کہ خواجہ صاحب اِس مقدمہ میں کام کر رہے ہیں میں ان کی خدمت کروں تا مجھے بھی ثواب مل جائے۔ چنانچہ باوجود اِس کے کہ وہ ایک رئیس تھے خواجہ صاحب کے بُوٹ پالش کر دیتے، انہیں دباتے بلکہ بعض اوقات اُن کا پاٹ بھی اٹھا لیتے۔ خواجہ صاحب کو اُن کی خدمت سے یہ خیال گزرا کہ ابوسعید شاید اُن کی ذات کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں تشریف فرما تھے، میں بھی موجود تھا، چٹائی چھوٹی تھی اس لئے کچھ دوست ایسے بھی تھے جنہیں چٹائی پر جگہ نہ ملی۔ تھوڑی دُور پرے ایک اَور چٹائی پڑی تھی۔ خواجہ صاحب نے ابوسعید صاحب عرب سے کہا۔ عرب صاحب! وہ چٹائی ذرا اِدھر کر دیں۔ اِس پر وہ فوراً جوش میں آ گئے اور انہوں نے کہا کیا میں آپ کے باپ کا نوکر ہوں؟ اب سننے والے حیران تھے کہ یہ کیا ہوا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کا رنگ بھی زرد ہو گیا۔ بعد میں انہوں نے ابوسعید عرب سے کہا۔ عرب صاحب! آپ تو بڑی خدمت کرنے والے آدمی ہیں آپ نے اُس وقت کیا کہہ دیا۔ انہوں نے کہا میں آپ کی خدمت

اپنی خوشی سے کرتا تھا لیکن آپ کا یہ حق نہیں تھا کہ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں آپ کا غلام نہیں ہوں۔
پس جو شخص خوشی سے خدمت کرتا ہے اُس پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرسکتا۔لیکن جو افسر یہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص میرا ماتحت ہے اس سے خدمت لے لوں وہ ظالم ہے۔ اور اگر اُس کا ماتحت اُس کا حکم مانتا ہے تو وہ بے غیرت ہے۔ محبت سے اگر کوئی کام کرتا ہے چاہے وہ پاخانہ کا پاٹ اٹھائے تو اُس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ میاں بیوی کو دیکھ لو۔ بیوی اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے، اس کے پاٹ بھی اٹھا لیتی ہے۔لیکن اگر کوئی اُسے کہے کہ تم چوڑھی کا کام کرو میں تمہیں دس روپے ماہوار دوں گا تو وہ لڑنے لگ جائے گی۔ بلکہ اس کا خاوند خود اس شخص سے لڑ پڑے گا اور کہے گا تم نے میری بیوی کی ہتک کی ہے حالانکہ وہ اپنے بچے کا پاخانہ روزانہ پھینکتی ہے۔ پھر باقی لوگوں کو جانے دو چوڑھے بھی اپنی تحقیر برداشت نہیں کر سکتے۔ ربوہ میں ایک مسلمان خاکروبہ آئی ہے۔شروع شروع میں ربوہ میں خاکروب کم تھے۔ وہ سڑک پر جارہی تھی کہ ایک آدمی اُسے ملا اور اُس نے کہا ذرا ٹھہرو۔ میرا ایک کمرہ ہے تم اُسے روزانہ صاف کر دیا کرو میں تمہیں آٹھ آنے دے دیا کروں گا۔ وہ خاکروبہ تھی اور صفائی کرنا اُس کا کام تھا لیکن چونکہ وہ سڑک پر جارہی تھی اِس لئے اُس نے اس بات کو اپنی ہتک خیال کیا۔اور اس شخص کو کہنے لگی کہ میں تمہیں دو روپے روزانہ دیا کروں گی تم مجھ سے ایک جُوتی روزانہ کھا لیا کرو۔ وہ سخت شرمندہ ہوا اور خاموش ہوکر چلا گیا۔غرض باوجود اِس کے کہ وہ خاکروبہ تھی اور اُس کا کام صفائی کرنا تھا اُس نے اِس طرح بات کرنے کو اپنی تحقیر خیال کیا۔پس اگر واقعہ میں افسر اپنی افسری کی وجہ سے ماتحت سے خدمت لیتے ہیں تو اُن کی تحقیر کرتے ہیں اور پھر ماتحت کا خدمت کرنا بھی بے غیرتی ہے۔اس کا یہ کام تھا کہ وہ اُسکے اِس حکم کو ردّ کر دیتا۔لیکن محبت کی وجہ سے تم جو جی چاہے کرو۔
ہمایوں کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ دشمن کی فوجوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اُس کا خادم بہرام بھی اُس کے ہمراہ تھا۔ جب دشمن نے انہیں پکڑ لیا تو بہرام نے انہیں کہا کہ ہمایوں میں ہوں۔ ہمایوں بار بار کہتا تھا کہ نہیں یہ جھوٹ بولتا ہے ہمایوں میں ہوں۔لیکن اُس نے کہا نہیں یہ میرا غلام ہے اور میری محبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہمایوں کہہ رہا ہے تا کہ میں بچ جاؤں ورنہ دراصل میں ہی ہمایوں ہوں۔غرض محبت میں لوگ اپنی جانیں بھی دے دیتے ہیں اور ان کے ایسا کرنے پر

کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا۔لیکن اگر کوئی اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے تو اُس کا ایسا کرنا اسلام کے خلاف ہے۔

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ دوسرے کا حق اُسے دلائے۔اور اگر وہ اسکی خاطر قربانی کرتا اور اس کی خدمت کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس کا حق نہیں کہ ماتحت سے خدمت کروائے۔فرعون کے متعلق قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ ۔ 3 فرعون میں یہ عیب تھا کہ وہ دوسروں سے زبردستی کام لیتا تھا۔ ورنہ فرعون کے یہ معنی نہیں کہ کسی کے پاس بادشاہت اور دولت ہو۔ وہ اس لئے فرعون تھا کہ دوسروں پر زبردستی حکومت کرتا تھا اور دوسروں پر زبردستی حکومت کرنے کو ہماری زبان میں بھی فرعونیت کہتے ہیں۔اور کسی کی مرضی سے دوسرے کے دل پر حکومت کرنے کو محمدیت اور موسویت کہتے ہیں۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حکومت کی تھی اور فرعون سے بڑھ کر حکومت کی تھی۔فرعون کے ساتھی بھاگ گئے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے کہا ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن ہماری لاشوں پر سے ہی گزر کر آپؐ تک پہنچ سکتا ہے۔ 4 اتنی حکومت فرعون نے کہاں کی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ فرعون نے زبردستی حکومت کی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردستی حکومت نہیں کی۔ اِسی طرح اگر کوئی ماتحت اپنے افسر کی محبت اور پیار سے خدمت کرتا ہے تو ہم کہیں گے اُس افسر میں ایک حد تک محمدیت اور موسویت آ گئی ہے۔لیکن اگر وہ زبردستی حکومت کرتا ہے تو اِسی کا نام فرعونیت ہے۔" 　　(الفضل 30 ستمبر 1961ء)

1: تفسیر کبیر رازی جلد 29 صفحہ 207 مطبوعہ طہران 1328ھ

2: بخاری کتاب النِّکاح باب اَلْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

3: القصص: 5

4: بخاری کتاب المغازی باب قَوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (الخ)